اصلاح معاشرہ میں عورت کا کردار

دور المرأة في اصلاح المجتمع

اصلاح معاشرہ میں عورت کا کردار

دور المرأة في اصلاح المجتمع

All right reserved
Except for free distributions

مؤسسة الشيخ محمد بن صالح العثيمين الخيرية
Shaikh Mohammed Saleh Alothaimeen
Charity Organization

نام کتاب	:	اصلاحِ معاشرہ میں عورت کا کردار
مؤلف	:	شیخ محمد بن صالح العثیمین (رحمۃ اللہ علیہ)
ترجمہ	:	مؤسسة الشيخ محمد بن صالح العثيمين الخيرية
نظر ثانی	:	اصلی اہلسنت ڈاٹ کام
صفحات	:	۲۱
ناشر	:	مؤسسة الشيخ محمد بن صالح العثيمين الخيرية

اصلی اہلسنت
ASLI·AHLE·SUNNET

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

إن الحمد لله ، نحمده ونستعينه ونستغفره ، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا ، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له ، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله ، أرسله الله تعالى بالهدي ودين الحق ، فبلّغ الرسالة وأدّى الأمانة ونصح الأمة وجاهد في الله حق جهاده ، فصلوات الله وسلامه عليه وعلى آله و أصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين ، أما بعد :

یہ بات میرے لئے باعث مسرت ہے کہ "اصلاح معاشرہ میں عورت کا کردار" کے اہم موضوع پر اظہار خیال کروں' لہٰذا اللہ عزوجل سے مدد طلب کرتے ہوئے اور اسی سے درست اور حق بات کہنے کی توفیق مانگتے ہوئے عرض گزار ہوں کہ اصلاح معاشرہ میں عورت کے کردار کی دو قسمیں ہیں :

ا-ظاہری اصلاح :

ظاہری اصلاح سے وہ اصلاح مراد ہے جو بازاروں' مسجدوں اور ان

کے علاوہ دیگر ظاہری امور میں ہوتی ہے' اور اس قسم میں مردوں کا پہلو زیادہ غالب اور نمایاں ہوتا ہے' کیونکہ اس میں انہی سے سابقہ پڑتا ہے اور یہی طاقت وقوت کے مالک ہوتے ہیں۔

۲-اندرونی اصلاح :

اندرونی اصلاح سے اندرون خانہ امور کی اصلاح مراد ہے' اور یہ اصلاح عموماً عورتوں کے ذمہ ہوتی ہے کیونکہ وہی گھر کی مالکن اور ذمہ دار ہیں' جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو خطاب کرتے ہوئے اور حکم دیتے ہوئے فرمایا :

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلاَ تَبَرَّجْنَ تَبرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الأُولَى وَأَقِمْنَ الصَّلاَةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ الاحزاب : ۳۳۔

اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو' اور قدیم جاہلیت کے زمانہ کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو' اور نماز ادا کرتی رہو' اور زکاۃ دیتی رہو' اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو' اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے۔

اصلاح معاشرہ میں عورت کے کردار کی اہمیت :

ہمارے خیال میں اس تمہید کے بعد یہ کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں کہ نصف معاشرہ یا اس سے بھی زیادہ کی اصلاح کا تعلق عورت سے ہے' اور اس کے دو اسباب ہیں :

۱- پہلا سبب یہ ہے کہ عورتیں تعداد میں اگر مردوں سے زیادہ نہیں تو کم از کم ان کے برابر ہیں' یعنی اولاد آدم میں اکثریت عورتوں کی ہے جیسا کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی دلیل موجود ہے' یہ اور بات ہے کہ ایک ملک سے دوسرے ملک کے اور ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں' چنانچہ کسی ملک میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے' اور کسی ملک میں اس کے برعکس مردوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے' اسی طرح کسی زمانہ میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہوتی ہے اور کسی زمانہ میں اس کے برعکس مرد زیادہ ہوتے ہیں۔ بہرحال اصلاح معاشرہ میں عورت کا بہت بڑا کردار ہے۔

۲- دوسرا سبب یہ ہے کہ قوموں کی نشو ونما اور پرورش و پرداخت پہلے عورتوں ہی کی گود میں ہوتی ہے' جس سے اصلاح معاشرہ کے تعلق سے عورتوں پر عائد ذمہ داریوں کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

اصلاح معاشرہ کے لئے عورت کے بنیادی اوصاف

اصلاح معاشرہ میں عورت کی اہمیت متحقق ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے اندر بنیادی اوصاف ہوں تاکہ وہ اصلاح معاشرہ کی اپنی ذمہ داری ٹھیک سے ادا کر سکے' اور ان بنیادی اوصاف میں سے چند یہ ہیں:

۱- صلاح و تقویٰ:

اصلاح معاشرہ کے لئے ضروری ہے کہ عورت بذات خود صالح اور دیندار ہو تاکہ وہ اپنی ہم جنسوں کے لئے بہترین نمونہ بن سکے' لیکن سوال یہ ہے کہ صلاح اور تدین کے مقام تک پہنچنے کے لئے اسے کیا کرنا ہوگا؟ ہر عورت کو یہ جان لینا چاہئے کہ شریعت کا علم ہی صلاح و تقویٰ تک پہنچنے کا راستہ ہے' یہ علم ممکن ہو تو کتابوں سے حاصل کرے' یا اہل علم مرد و عورت سے سن کر حاصل کرے' عصر حاضر میں اہل علم کی کیسٹیں سن کر عورتوں کے لئے علم حاصل کرنا بہت آسان ہو گیا ہے' الحمد للہ ان کیسٹوں کے صحیح استعمال نے معاشرے کی اصلاح میں نمایاں کردار ادا کیا ہے' لہٰذا عورت کے صلاح و تقویٰ کے لئے شرعی علم سے آراستہ ہونا ضروری ہے' اس کے بغیر اس کے اندر صلاح و تقویٰ نہیں پیدا ہو سکتا۔

۲- فصاحت اور انداز بیان :

اصلاح معاشرہ کے لئے عورت کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے فصاحت اور اچھا انداز بیان عطا کیا ہو' تاکہ وہ اپنے مافی الضمیر کی سچی تعبیر کر سکے اور اپنے نفس کے اندر موجود ان معانی و مفاہیم کو وضاحت کے ساتھ بیان کر سکے جن کو بہت سے لوگ جانتے تو ہیں مگر ان کی سچی تعبیر نہیں کر پاتے' یا پھر بہت ہی رکیک اور غیر واضح انداز سے بیان کرتے ہیں' جس کی وجہ سے متکلم کے دل میں موجود اصلاح خلق کا مقصد حاصل نہیں ہو پاتا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فصاحت اور انداز بیان اور مافی الضمیر کی واضح انداز سے سچی ادائیگی تک کیسے رسائی ہو سکتی ہے ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عورت کے لئے عربی علوم مثلاً نحو' صرف اور بلاغت سے کچھ نہ کچھ واقفیت ہونا ضروری ہے' اور اس کے لئے عورت پر ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں کچھ پڑھے چاہے تھوڑا ہی سہی' تاکہ وہ اپنے مافی الضمیر کی سچی تعبیر کر سکے اور اس کے ذریعہ وہ مخاطب عورتوں کے دلوں میں اپنی بات اتار سکے۔

۳- حکمت :

عورت کے لئے تیسرا بنیادی وصف یہ ہے کہ اس کے اندر دعوت

الی اللہ کی، مخاطب تک علم پہنچانے کی اور ہر چیز کو بقول اہل علم اس کی مناسب جگہ رکھنے کی حکمت ہو' اور دراصل یہ اللہ سبحانہ کی ایک بڑی نعمت ہے کہ وہ اپنے بندے کو حکمت سے نواز دے' اللہ عزوجل کا ارشاد ہے :

﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ البقرہ : ۲۶۹۔

وہ جسے چاہے حکمت اور دانائی دیتا ہے' اور جس شخص کو حکمت اور سمجھ دے دی جائے اسے بہت ساری بھلائیاں مل گئیں۔

حکمت نہ ہونے کی وجہ سے بہت سا مقصد فوت ہو جاتا ہے اور خلل پیدا ہو جاتا ہے' دعوت الی اللہ کے لئے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ مخاطب سے اس کے شایان شان معاملہ کیا جائے' چنانچہ مخاطب اگر جاہل ہے تو اس سے ایسا ہی معاملہ کیا جائے جو اس کے لئے مناسب ہو' اور اگر عالم ہے لیکن کسی حد تک غفلت و کوتاہی کا شکار ہے تو اس کے ساتھ اس کی حالت کے اعتبار سے معاملہ کیا جائے' اور اگر عالم ہے لیکن اس میں کچھ تکبر اور حق سے اعراض پایا جاتا ہے تو اس کے ساتھ اس کی حالت کے اعتبار سے معاملہ کیا جائے۔

غرضیکہ مخاطب کی تین قسمیں ہیں : جاہل' عالم متکاسل اور عالم متکبر'

اور ان تینوں کو ہم برابر نہیں کر سکتے' بلکہ ضروری ہے کہ ہر ایک کو اس کے مقام پر رکھیں' یہی وجہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا تو ان سے فرمایا :

"تم ایک ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب ہیں"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے یہ بات اس لئے ارشاد فرمائی تھی کہ معاذ اس قوم کے حال سے واقف ہو جائیں اور پھر ان کے انہی احوال کے مطابق تیاری کر کے ان سے گفتگو کریں۔

دعوت نبوی ﷺ میں حکمت استعمال کرنے کی چند مثالیں :

دعوت الی اللہ میں حکمت کا اسلوب استعمال کرنے پر متعدد واقعات دلالت کرتے ہیں جو سب سے عظیم شخصیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعوت الی اللہ میں رونما ہوئے ہیں' اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

پہلی مثال : اس دیہاتی کا واقعہ جس نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا :

صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے کہ ایک دیہاتی مسجد میں داخل ہوا اور اس میں پیشاب کرنے لگا' صحابہ کرام کو غیرت آگئی انہوں نے اسے روکا اور ڈانٹنا شروع کر دیا' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوت الی اللہ کی حکمت سے نوازے

گئے تھے' فرمایا: اسے مت روکو بلکہ پیشاب کر لینے دو' جب وہ دیہاتی پیشاب کر چکا تو آپ نے حکم دیا کہ پیشاب پر ایک ڈول پانی بہا دیا جائے' پھر اس دیہاتی کو بلایا اور فرمایا کہ ان مسجدوں میں ذرا بھی تکلیف دہ چیز اور گندگی پھیلانا درست نہیں' یہ مسجدیں صرف نماز' تلاوت قرآن اور اللہ عزوجل کا ذکر کرنے کے لیئے بنائی گئی ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس دیہاتی نے یہ بھی کہا کہ اے اللہ! تو مجھ پر اور محمد۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پر رحم فرما' اور ہم دونوں کے ساتھ رحمت میں کسی کو شریک نہ کر۔

مذکورہ بالا واقعہ سے ہمیں مندرجہ ذیل درس ملتا ہے:

۱- پہلا درس یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس دیہاتی کی حرکت پر غیرت آئی اور انہوں نے اسے ڈانٹ ڈپٹ کی' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی منکر پر خاموش رہنا جائز نہیں' بلکہ منکر کام کرنے والے کی فوراً تردید کرنی واجب ہے' لیکن اگر فوری تردید میں اس سے بھی بڑا منکر پیدا ہو سکتا ہو تو ذرا صبر کرنا چاہیئے یہاں تک کہ بڑے منکر کے پیدا ہونے کا خدشہ نہ رہ جائے' اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو منع فرمایا' بلکہ اس دیہاتی کے ڈانٹنے پر خود انہی کو تنبیہ فرمائی۔

۲- دوسرا درس یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منکر کو اس سے بڑے منکر کو دفع کرنے کے لئے برداشت کر لیا، جس منکر کو آپ نے برداشت کیا وہ یہ تھا کہ آپ نے اس دیہاتی کو پیشاب کرنے دیا، اور اس کے ذریعہ جس منکر کو روکا وہ یہ تھا کہ اگر وہ اسی حالت میں کھڑا ہو جاتا تو دو حال سے خالی نہیں ہوتا:

پہلی حالت یہ ہو سکتی تھی کہ پیشاب سے اپنے کپڑے بچانے کے لئے وہ یونہی ننگا کھڑا ہو جاتا، اور اس حالت میں مسجد کا ایک بہت بڑا حصہ گندگی سے ملوث ہو جاتا اور لوگوں کے سامنے اس کی شرمگاہ بھی ظاہر ہو جاتی، اور یہ دونوں ہی باتیں بری ہیں۔

اور دوسری حالت یہ ہو سکتی تھی کہ وہ یونہی ننگا نہ کھڑا ہو جاتا بلکہ اپنی شرمگاہ ڈھانک کر کھڑا ہوتا، اور اس صورت میں پیشاب سے اس کے کپڑے ناپاک ہو جاتے، انہی دونوں خرابیوں سے بچنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پیشاب کر لینے دیا جبکہ مسجد پہلے ہی پیشاب سے گندی ہو چکی تھی، اور پیشاب کرنے کی حالت میں اگر وہ کھڑا بھی ہو جاتا تو اس صورت میں پیدا ہونے والی خرابی اس سے بھی بڑھ کر تھی، لہٰذا چھوٹی خرابی کے ذریعہ بڑی خرابی کا روکنا ضروری ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک بنیادی اصول بیان کیا ہے، فرمایا:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ الانعام: ۱۰۸۔

اور تم ان کو برا مت کہو جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں' کیونکہ پھر وہ ازراہِ جہالت حد سے گذر کر اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے۔

ہم سب یہ جانتے ہیں کہ مشرکین کے معبودوں کو سب وشتم کرنا اللہ عزوجل کے نزدیک ایک پسندیدہ بات ہے' لیکن چونکہ ان معبودوں کو سب وشتم کرنے کی وجہ سے مشرکین اللہ عزوجل کی شان میں گستاخی کریں گے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں مذکورہ بالا آیت میں مشرکین کے معبودوں کو سب وشتم کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۳۔ تیسرا درس یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً منکر کو مٹانے کی کوشش کی' کیونکہ تاخیر کی صورت میں مختلف خرابیاں پیدا ہو سکتی تھیں' یہ ممکن تھا کہ اعرابی نے مسجد میں جس جگہ پیشاب کیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ کو بعد میں صاف کرواتے' یعنی جب لوگوں کو اس جگہ نماز پڑھنے کی حاجت ہوتی تو وہ جگہ صاف کرلی جاتی' لیکن بہتر یہ ہے کہ انسان منکر یا خرابی کو فوری دور کرنے کی کوشش کرے' کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں وہ بھول جائے یا نہ کر سکے۔

یہ ایک بڑا ہی بنیادی نکتہ ہے' یعنی انسان کو منکر یا خرابی دور کرنے کی فوری کوشش کرنی چاہیئے' کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں وہ نہ کر سکے' یا بھول جائے' مثال کے طور پر اگر کپڑے میں نجاست لگ جائے خواہ اس کپڑے میں نماز پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو' تو افضل یہ ہے کہ اس نجاست کو فوراً دھولے اور اس میں تاخیر نہ کرے' کیونکہ بعد میں آدمی اس نجاست کو بھول سکتا ہے' یا پانی نہ ہونے یا کسی اور وجہ سے اس نجاست کو دور کرنے سے قاصر بھی ہو سکتا ہے' یہی وجہ ہے کہ جب ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچہ لایا گیا اور آپ نے اس بچے کو اپنی گود میں بٹھالیا اور اس بچے نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا تو آپ نے فوراً پانی طلب کر کے پیشاب پر ڈال دیا اور اپنے کپڑے کے دھونے کو نماز کا وقت ہونے تک موخر نہیں کیا' جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا۔

۴- چوتھا درس یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو مساجد کی اہمیت بتلائی اور فرمایا کہ یہ مسجدیں نماز' تلاوت قرآن اور اللہ عزوجل کا ذکر کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں' ان میں ذرا بھی تکلیف دہ چیز اور گندگی پھیلانا درست نہیں' لہٰذا مساجد کی شان یہ ہے کہ ان کی عظمت محسوس کی جائے' ان کی نظافت اور صفائی و ستھرائی کا اہتمام کیا جائے اور

ان میں وہی اعمال انجام دیئے جائیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا باعث ہوں' مثلاً نماز' تلاوتِ قرآن اور اللہ عزوجل کا ذکر وغیرہ۔

۵- پانچواں درس یہ ہے کہ انسان جب کسی کو حکمت اور نرمی کے ساتھ خیر کی دعوت دیتا ہے تو اس کا وہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے جو سختی کا رویہ اپنانے سے کبھی حاصل نہیں ہو سکتا' چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو جو تعلیم دی اس سے وہ پورے طور پر مطمئن ہو گیا' یہاں تک کہ اس نے یہ مشہور بات کہی کہ اے اللہ! تو مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما اور ہم دونوں کے ساتھ رحمت میں کسی کو شریک نہ کر۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا اسلوب استعمال فرمایا کیونکہ وہ یقینی طور پر جاہل تھا' اس لئے کہ مسجد کے احترام اور اس کی تعظیم سے واقف شخص کے لئے یہ ناممکن سی بات ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے کھڑا ہو کر مسجد کے کسی گوشے میں پیشاب کرے۔

دوسری مثال: ان صحابی کا واقعہ جنہوں نے رمضان کے مہینہ میں دن میں اپنی بیوی سے ہمبستری کر لی تھی:

صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں تو ہلاک ہو گیا' آپ نے فرمایا: کس چیز نے ہلاک کر دیا؟ اس نے کہا کہ میں نے رمضان کے مہینہ میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہمبستری کر لی ہے۔

ماہِ رمضان میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے قصداً جماع کرنا بہت بڑا جرم اور گناہ ہے' لیکن ہم یہ دیکھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کے ساتھ کون سا اسلوب اپنایا' کیا آپ نے ان کی زجر و توبیخ کی؟ کیا آپ نے ان کو برا بھلا کہا؟ کیا آپ ان کے ساتھ سخت کلامی سے پیش آئے؟ نہیں' کیونکہ وہ خود تائب اور شرمندہ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور ان سے جو چوک ہو گئی تھی اس کا انہیں شدت سے احساس تھا' اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ ان سے جو غلطی سرزد ہو گئی ہے اس کے کفارہ کے لئے کیا ان کے پاس ایک غلام آزاد کرنے کی طاقت ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں' آپ نے فرمایا: کیا مسلسل دو ماہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں' آپ نے پھر فرمایا: کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہیں؟

انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی بیٹھ گئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کھجوریں آئیں' آپ نے فرمایا: یہ کھجوریں لے جاؤ اور صدقہ کر دو' یعنی اپنا کفارہ ادا کرو' انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کروں' اللہ کی قسم! پورے مدینہ میں مجھ سے بڑھ کر کوئی فقیر نہیں' ان کی بات سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں نظر آگئیں اور فرمایا: جاؤ اسے اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دو۔

اس واقعہ میں بھی ہمارے لئے کئی درس عبرت ہیں' ایک درس یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو نہ تو سخت سست کہا اور نہ ہی زجر و توبیخ کی' کیونکہ وہ خود تائب اور شرمندہ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے' اور یہی فرق ہے ایک سرکش شخص میں اور ایک مصالحت پسند شخص میں جو ہم سے مدد کا طالب ہو اور اس سے جو چوک ہو گئی ہے اس سے چھٹکارا چاہتا ہو' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ یہ معاملہ فرمایا کہ انہیں ان کے گھر والوں کے پاس واپس کر دیا اور وہ اپنے ساتھ بطور مالِ غنیمت اتنی ساری کھجوریں بھی لے گئے جنہیں ساٹھ مسکینوں کو ان کے اوپر کھلانا فرض تھا اگر وہ خود فقیر نہ ہوتے۔

تیسری مثال : ان صحابی کا واقعہ جنہیں نماز میں چھینک آگئی تھی :

یہ مثال معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ماخوذ ہے' جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں داخل ہوئے تو جماعت میں سے ایک آدمی کو چھینک آگئی اور انہوں نے الحمد للہ کہا' اس کے جواب میں معاویہ نے یرحمک اللہ کہہ دیا' تو لوگوں نے ان کی اس بات پر نکیر کرتے ہوئے انہیں کنکھیوں سے دیکھنا شروع کر دیا' معاویہ نے کہا میری ماں گم کرے (تم لوگ مجھے کیوں گھور رہے ہو ؟) لوگ انہیں خاموش کرنے کے لئے اپنی رانوں پر (ہاتھ) مارنے لگے' تو یہ خاموش ہو گئے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو انہیں بلایا اور فرمایا کہ نماز میں کسی قسم کی بات کرنا درست نہیں' بلکہ نماز اللہ کی بڑائی بیان کرنے اور قرآن کی تلاوت کرنے کا نام ہے۔ معاویہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں' میں نے آپ سے بہتر معلم نہیں دیکھا' اللہ کی قسم ! آپ نے مجھے نہ تو جھڑکا اور نہ ہی ڈانٹ ڈپٹ فرمائی۔

چوتھی مثال : اس شخص کا واقعہ جس نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی :

یہ مثال اس شخص کے واقعہ سے ماخوذ ہے جس نے سونے کی انگوٹھی

پہن رکھی تھی' حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان کر چکے تھے کہ میری امت کے مردوں پر سونا حرام ہے' چنانچہ اس شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھ کر آپ نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص آگ کے انگارے کا قصد کرتا ہے اور پھر اسے اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود اس کے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر پھینک دی' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے تو اس آدمی سے کہا گیا کہ اپنی انگوٹھی لے لو اور اس سے فائدہ اٹھالو' اس نے جواب دیا اللہ کی قسم! جس انگوٹھی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینک دیا ہو میں اسے کبھی نہیں اٹھا سکتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے ساتھ جو اسلوب اپنایا اس میں ہمیں کچھ شدت اور سختی معلوم ہوتی ہے' کیونکہ بظاہر اس آدمی کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ اس امت کے مردوں پر سونا حرام ہے' اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ یہ اسلوب اپنایا جو سابقہ واقعات میں مذکور اسلوب سے زیادہ سخت تھا۔

لہذا! ایک داعی اور مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر انسان کے ساتھ اس کے حسب حال معاملہ کرے' کیونکہ ایک شخص جاہل ہوتا ہے جسے دین کے احکام کا علم نہیں ہوتا' اور ایک عالم ہوتا ہے لیکن اس کے

اندر کچھ کمی اور کوتاہی ہوتی ہے' اور ایک عالم ہوتا ہے جس کے اندر عناد اور تکبر ہوتا ہے' لہٰذا ضروری ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اس کے حسب حال اسلوب اپنایا جائے۔

۴۔ حسن تربیت :

اصلاح معاشرہ کے لئے عورت کا چوتھا بنیادی وصف حسن تربیت ہے' یعنی ضروری ہے کہ عورت اپنی اولاد کی بہترین تربیت کرنے والی ہو' کیونکہ اس کی یہی اولاد مستقبل میں مرد اور عورت ہوں گے' اور ان کی سب سے پہلی تربیت ماں کی گود میں ہوتی ہے' اس لئے اگر ماں اخلاق اور معاملات کی اچھی ہو اور اسی کے ہاتھ پر یہ تربیت پائیں اور پروان چڑھیں تو اصلاحِ معاشرہ میں ان کا بڑا اثر ہوگا۔

لہٰذا! صاحب اولاد عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے بچوں کا خاص خیال رکھے اور ان کی تربیت کا اہتمام کرے' اور اگر تنہا ان کی اصلاح کرنے سے قاصر ہے تو اس سلسلے میں ان کے باپ سے مدد لے' اور اگر باپ نہ ہو تو ان کے سرپرست یعنی بھائیوں یا چچا یا بھتیجوں وغیرہ سے تعاون طلب کرے۔

عورت کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ موجودہ ماحول کے آگے سر جھکا دے اور یہ کہہ دے کہ لوگ اسی روش پر چل پڑے ہیں اس لئے میں اسے بدل نہیں سکتی' کیونکہ اگر ہم ماحول کے آگے اسی طرح سر جھکاتے چلیں تو کبھی اصلاح نہیں ہو سکتی' کیونکہ اصلاح بگڑی ہوئی چیزوں کو بدل کر اچھی شکل میں لانے اور بہتر چیز کو اس سے بھی بہتر شکل میں پیش کرنے کا نام ہے' یہاں تک کہ تمام امور درست ہو جائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی شریعت میں ماحول کے آگے سر جھکانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا' یہی وجہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشرک قوم میں بعثت ہوئی جو بتوں کی پوجا کرتے تھے' رشتے ناطے توڑتے تھے اور لوگوں پر ناحق ظلم و زیادتی کرتے تھے' تو آپ نے اس ماحول کے سامنے سر نہیں جھکایا' بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ماحول کو قبول کرنے کی اجازت ہی نہیں دی' بلکہ یہ حکم دیا:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ﴾

الحجر: ۹۴۔

یعنی جو حکم آپ کو کیا جا رہا ہے اسے کھول کر سنا دیجئے اور مشرکوں سے منہ پھیر لیجئے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ حق کا کھلم کھلا اعلان کریں، مشرکوں سے منہ پھیر لیں اور جب تک آپ کا مشن مکمل نہیں ہو جاتا آپ ان کے شرک اور زیادتی کو بھولے رہیں، اور یہی چیز رونما ہوئی۔

ہاں کوئی یہ سوال کر سکتا ہے کہ حکمت کی بات یہ ہے کہ ہم ماحول میں تبدیلی لائیں، لیکن یہ کام اتنی جلدی نہیں ہو سکتا جتنی جلدی ہم چاہتے ہیں، کیونکہ ہم جس چیز کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں معاشرہ اس کے بالکل برخلاف ہے۔ تو ایسی صورت میں ضروری ہے کہ آدمی لوگوں کی اصلاح اس انداز سے کرے کہ جو کام سب سے اہم ہے پہلے اسے کرے، یعنی سب سے اہم اور سب سے ضروری امور کی اصلاح پہلے کرے اور اس کے بعد آہستہ آہستہ لوگوں کو دوسرے امور کی طرف لے کر آگے بڑھے یہاں تک کہ معاشرے کی اصلاح کا مقصد حاصل ہو جائے۔

۵۔۔ دعوتی سرگرمیاں :

اصلاح معاشرہ کے لئے عورت کا پانچواں بنیادی وصف دعوتی سرگرمی ہے، یعنی معاشرے میں لڑکیوں کی تعلیم و تربیت میں عورت کا نمایاں کردار ہو، خواہ یہ معاشرہ مدرسے کا ہو، یا کالج کا ہو، یا کالج کے بعد کے اعلیٰ

تعلیمی مراحل کا ہو' یا ان کے علاوہ عورتوں کے مابین ہونے والی ملاقاتوں کا ہو' جہاں مفید دعوتی و توجیہی کلمات پیش کیے جا سکتے ہیں۔

ہمیں الحمد للہ یہ پتہ چلا ہے کہ اس سلسلہ میں بعض عورتوں نے نمایاں کردار ادا کیا ہے اور عورتوں کی شرعی اور عربی علوم کی تعلیم کے لئے پروگرام ترتیب دیئے ہیں' یہ یقیناً ایک بہترین اور قابل تعریف عمل ہے جس کا ثواب انہیں موت کے بعد بھی ملتا رہے گا' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل بھی اس سے منقطع ہو جاتا ہے' مگر تین اعمال ایسے ہیں جن کا ثواب جاری رہتا ہے: صدقہ جاریہ' یا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں' یا صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرے"

اس لئے اگر عورت ملاقاتوں کے ذریعہ' یا مدارس وغیرہ کے ماحول کے ذریعہ اپنے معاشرے میں دعوت کی نشر واشاعت میں نشیط اور سرگرم ہے تو معاشرے کی اصلاح میں اس کا بڑا اثر ہو گا۔

معاشرے کی اصلاح میں عورت کے کردار اور اس کے بنیادی اوصاف سے متعلق میرے ذہن میں بروقت یہ چند باتیں تھیں جو بیان کر دیں۔

آخر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں ہدایت یاب، صالح ونیکوکار اور لوگوں کی اصلاح کرنے والا بنائے، اور اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا کرے، بیشک وہ بہت زیادہ دینے والا اور عطا فرمانے والا ہے۔

والحمد لله رب العالمين، وصلى الله على نبينا محمد، وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔